ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW

CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.03 (2025)

احادیث کی روشنی میں غیر مسلموں کے ساتھ معاملات: فقہی اصولوں اور عصر حاضر کے تقاضوں کا تقابلی مطالعہ

DEALINGS WITH NON-MUSLIMS IN THE LIGHT OF HADITH:A COMPARATIVE STUDY OF JURISPRUDENTIAL PRINCIPLES AND CONTEMPORARY REQUIREMENTS

Dr Majid Rashid
Assistant Professor
Khwaja Fareed university of engineering and information technology Rahim Yar khan
majid.rashid@kfueit.edu.pk
Zahid Hussain Mahar
M.Phil Scholar at University of Sindh Jamshoro
Comparative Religion and Studies
Zmahar56@gmail.com
Ayesha Shabbir Ahmed
Lecturer,GCWU,Sialkot
ayesha.shabbir@gcwus.edu.pk

Abstract

This study undertakes a scholarly and analytical exploration of Muslim–non-Muslim relations in the light of Prophetic traditions. Islamic teachings emphasize justice, fulfillment of covenants, moral conduct, and human dignity as guiding principles for social and legal interactions. The sayings and practices of the Prophet Muhammad (peace be upon him) provide a comprehensive framework for dealing with non-Muslims through honesty, compassion, and respect.Classical jurists, drawing upon these Prophetic foundations, developed detailed jurisprudential principles that outline the rights and responsibilities of non-Muslims, including dhimmīs, mustaʾmins, and treaty-bound communities. This research offers a comparative analysis of these juristic views, highlighting how they were implemented historically and how they remain relevant within the modern socio-legal context.In contemporary times, characterized by pluralistic societies and international legal frameworks, the universal spirit of Islamic guidance ensures peaceful coexistence, fairness, and equality of human beings. This paper argues that the Prophetic principles embedded in Islamic jurisprudence continue to provide essential guidance for Muslim societies, enabling them to engage with non-Muslims on the basis of justice, mutual respect, and shared humanity.

Keywords: Ḥadīth, Non-Muslims, Fiqh, Justice, Human Rights, Pluralism, Peaceful Coexistence, Islamic Jurisprudence, Dhimmī, Contemporary Challenges

یہ مقالہ غیر مسلموں کے ساتھ تعلقات کے دائرہ کار کو احادیثِ نبویہ ؐ کی روشنی میں جانچنے کی ایک علمی و تحقیقی کوشش ہے۔ اسلامی تعلیمات نے معاشرتی اور قانونی سطح پر عدل و انصاف، عہد و پیمان کی پاسداری، حسنِ سلوک اور باہمی رواداری کو بنیادی اصول کے طور پر متعین کیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی سیرت اور فرامین اس امر کی واضح رہنمائی فراہم کرتے ہیں کہ غیر مسلموں کے ساتھ معاملات میں شرافت، دیانت اور انسانیت کا احترام لازمی ہے۔ فقہی ذخیرے میں مختلف مکاتبِ فکر نے انہی اصولوں کی بنیاد پر غیر مسلموں کے حقوق و فرائض کی تشریح کی ہے، جس میں ذمی، مستامن اور معاہد افراد کے ساتھ تعلقات کے اصول شامل ہیں۔ یہ تحقیقی مطالعہ ان فقہی آراء کا تقابلی جائزہ لیتا ہے تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ ان تعلیمات کو عملی طور پر کس طرح نافذ کیا گیا اور ان کا موجودہ دور کے تقاضوں کے ساتھ کیا ربط ہے۔ عصر حاضر میں جہاں کثیر المذاہب معاشرے اور بین الاقوامی قوانین نئی جہتیں پیدا کرتے ہیں، وہاں اسلامی ہدایات کی آفاقی روح پر امن بقائے باہمی اور انسانی برابری کی بنیاد فراہم کرتی ہے۔ یہ مقالہ اس حقیقت کو اجاگر کرتا ہے کہ احادیثِ نبویہ ؐ پر مبنی فقہی اصول آج بھی عصری دنیا میں رہنمائی کا سرچشمہ ہیں اور مسلم معاشروں کے لیے اعتدال اور انصاف پر مبنی راستہ متعین کرتے ہیں۔

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.03 (2025)

غیر مسلموں کے ساتھ معاملات کی حدیثی بنیادیں

قرآن مجید کے بعد اگر کسی ماخذ کو اسلامی شریعت کا دوسرا سب سے اہم اور معتبر ذریعہ سمجھا جاتا ہے تو وہ سنت و حدیث ہے۔ قرآن کی تشریح، تفصیل اور عملی تطبیق ہمیں صرف احادیث نبوی ﷺ سے حاصل ہوتی ہے۔ چنانچہ غیر مسلموں سے معاملات میں بھی ہمیں حدیثِ رسول ﷺ کی روشنی ہی میں جامع اور معتدل رہنمائی ملتی ہے۔

لغوی طور پر ''حدیث'' کا مطلب ہے: نیا کلام، بات یا خبر۔

اصطلاحاً حدیث اس قول، فعل، تقریر (خاموش تائید) یا صفت کو کہا جاتا ہے جو رسول اللہ ﷺ سے منقول ہو۔

احادیث کی اقسام:

1. حدیثِ قولی: جو کلام یا ارشاد رسول اللہ ﷺ سے منقول ہو۔
2. حدیثِ فعلی: جو فعل یا عمل آپ ﷺ سے منسوب ہو۔
3. حدیثِ تقریری: جو عمل آپ ﷺ کے سامنے ہوا اور آپ ﷺ نے اس پر نکیر نہ فرمائی۔
4. حدیثِ وصفی: آپ ﷺ کی جسمانی یا اخلاقی صفات۔

حجیت حدیث

حدیث کی شرعی حیثیت قرآن کی روشنی میں بھی ثابت ہے:

"وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوا"[1]

"اور جو کچھ تمہیں رسول دے دیں، وہ لے لو، اور جس سے روک دیں، رک جاؤ۔"

اس آیت سے واضح ہے کہ سنتِ نبوی ﷺ کی پیروی اور اطاعت لازم ہے، خواہ وہ قرآن میں مذکور ہو یا نہ ہو۔

محدثین کا اجماع

تمام محدثین اور فقہا کا اس بات پر اجماع ہے کہ صحیح احادیث شریعت کا مستقل ماخذ ہیں، اور ان کی بنیاد پر احکام، عقائد، اخلاق، معاملات، عبادات وغیرہ کا تعین کیا جاتا ہے۔

غیر مسلموں سے حسن سلوک پر احادیث

اسلام کی بنیادی تعلیمات میں انسانیت کا احترام، عدل و احسان، اور حسن سلوک مرکزی حیثیت رکھتے ہیں۔ دین اسلام نہ صرف مسلمانوں کو، بلکہ تمام انسانوں کو عزت و کرامت کا حق دیتا ہے، خواہ وہ کسی بھی مذہب کے پیروکار ہوں۔ نبی کریم ﷺ کی احادیث میں اس حوالے سے متعدد ہدایات موجود ہیں۔

غیر مسلم پڑوسی کے حقوق

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّ لِي جَارَيْنِ، فَإِلَى أَيِّهِمَا أُهْدِي؟ قَالَ: "إِلَى أَقْرَبِهِمَا مِنْكِ بَابًا"[2]

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے دو پڑوسی ہیں، میں کس کو تحفہ دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: 'جو دروازے کے اعتبار سے قریب تر ہو، اُسے دو'۔"

نبی کریم ﷺ نے پڑوسی کے حقوق کی بنیاد مذہب پر نہیں بلکہ قرب و جوار پر رکھی، خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم۔ فقہا نے اس حدیث کی بنیاد پر غیر مسلم پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کو سنت قرار دیا ہے۔

مظلوم غیر مسلم کی دادرسی

---

[1] الحشر، 59:7

[2] بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، مکتبہ اسلامیہ، لاہور، 2007، حدیث: 6020

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.03 (2025)

"اتقوا دعوة المظلوم، فإنها ليس بينها وبين الله حجاب"[3]

"مظلوم کی بددعا سے بچو، کیونکہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہوتا۔"

یہ حدیث عام ہے اور اس میں کسی مذہب کی تخصیص نہیں، لہٰذا فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر کوئی غیر مسلم بھی ظلم کا شکار ہو اور دعا کرے، تو وہ بھی بارگاہِ الٰہی میں شرفِ قبولیت پا سکتی ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ اسلامی اخلاقیات رنگ، نسل، دین اور قوم سے بالاتر ہیں۔

غیر مسلم معاہدہ دار کے قتل پر سخت وعید

"مَن قَتَلَ مُعَاهَدًا لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ."[4]

"جس نے کسی معاہد کو قتل کیا، وہ جنت کی خوشبو بھی نہ پائے گا۔"

یہ حدیث ایک انتہائی واضح اور سخت وعید پر مبنی ہے۔ اس میں معاہد یعنی وہ غیر مسلم جو اسلامی ریاست کے ساتھ پرامن تعلق میں ہو، اس کی جان کی حرمت کو بیان کیا گیا ہے۔ فقہ حنفی، شافعی اور دیگر مکاتب نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ ذمی یا معاہد غیر مسلم کو بلاوجہ ایذا دینا شرعاً حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔

عمومی حسن سلوک

"إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الأَخْلَاقِ"[5]

"میں مکارم اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہوں۔"

نبی کریم ﷺ کی بعثت کا ایک بنیادی مقصد انسانی اخلاق کی بلندی ہے۔ "مکارم اخلاق" میں نرمی، برداشت، عدل، عفو، رحم، اور حسنِ سلوک شامل ہے، جو کہ ہر انسان کے لیے واجب ہیں، نہ کہ صرف مسلمانوں کے لیے۔

مندرجہ بالا احادیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے:

- غیر مسلموں کے ساتھ عدل و انصاف کی تلقین کی
- ان کی جان و مال کی حرمت قائم رکھی
- ان کے ساتھ معاشرتی تعلقات (پڑوسی، تحفہ، رحم دلی، دعوت) کو جائز بلکہ باعثِ ثواب قرار دیا
- اور کسی بھی ظلم یا زیادتی کی سختی سے ممانعت کی۔

معاہدہ دار (ذمی) افراد کے حقوق سے متعلق احادیث

اسلامی ریاست میں وہ غیر مسلم جو معاہدے کے تحت پُرامن طور پر رہائش اختیار کرتے ہیں، انہیں ذمی یا معاہدہ دار کہا جاتا ہے۔ یہ وہ افراد ہوتے ہیں جنہوں نے اسلامی حکومت کے زیرِ سایہ زندگی گزارنے کو قبول کیا ہو، اور جن کے جان، مال، عزت اور مذہب کو ریاستی سطح پر تحفظ فراہم کیا گیا ہو۔ نبی کریم ﷺ کی متعدد احادیث اس امر کی گواہی دیتی ہیں کہ ذمی افراد کے ساتھ عدل، رحم، اور تحفظ کا سلوک کیا جائے۔ صحیح بخاری کی معروف حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"من قتل معاهدًا لم يرح رائحة الجنة، وإن ريحها توجد من مسيرة أربعين عامًا"[6]

"جس نے کسی معاہد (ذمی) کو قتل کیا، وہ جنت کی خوشبو بھی نہ سونگھ سکے گا، حالانکہ اس کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے محسوس کی جاسکتی ہے۔"

یہ وعید انتہائی شدید ہے، جس میں جنت سے محرومی جیسے انجام کی بات کی گئی ہے، اور اس کا مخاطب وہ مسلمان ہے جو کسی غیر مسلم معاہد کے ساتھ زیادتی کرے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت میں معاہدین کی جان کو اتنی ہی حرمت حاصل ہے جتنی ایک مسلمان کی جان کو۔ امام نووی رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ:

---

[3] بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، مکتبہ اسلامیہ، لاہور، 2007، حدیث: 2448

[4] بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، مکتبہ اسلامیہ، لاہور، 2007، حدیث: 3166

[5] مالک بن انس، وطا امام مالک، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، 2005 حدیث: 1614

[6] بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، مکتبہ اسلامیہ، لاہور، 2007، حدیث: 3166

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.03 (2025)

"یہ نہ صرف قتل کی حرمت کو ظاہر کرتا ہے بلکہ یہ بھی بتاتا ہے کہ معاہد کی جان اسلامی نظام میں محفوظ اور معزز ہے، اور اس کا قتل اسلام کے بنیادی اصولِ عدل کے خلاف ہے۔"[7]

نبی اکرم ﷺ نے صرف جان ہی نہیں، بلکہ ان کے مال اور مذہبی آزادی کے تحفظ کا بھی حکم دیا۔ ایک اور روایت میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"ألا من ظلم معاهدًا أو انتقصه أو كلّفه فوق طاقته أو أخذ منه شيئًا بغير طيب نفس، فأنا حجيجه يوم القيامة"[8]

"خبردار! جس نے کسی معاہد پر ظلم کیا، یا اس کا حق مارا، یا اس پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ ڈالا، یا اس سے کوئی چیز ناحق لی، تو میں قیامت کے دن اس کا مخالف ہوں گا۔"

یہ الفاظ نہایت ہی گہرے معنی رکھتے ہیں، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے خود کو قیامت کے دن اس مظلوم غیر مسلم کے دفاع میں کھڑا ہونے کا اعلان کیا ہے۔ یہ اعلان فقط قانونی تحفظ کا نہیں بلکہ اخلاقی و ایمانی ذمہ داری کی یاددہانی بھی ہے۔ عہد نبوی اور خلافتِ راشدہ کے ادوار میں غیر مسلموں کو نہ صرف جزیہ کی ادائیگی پر جان و مال کا تحفظ دیا جاتا تھا بلکہ ان کے عبادات، مذہبی پیشواؤں اور عبادت گاہوں کو بھی تحفظ دیا جاتا رہا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا معروف معاہدہ اہلِ بیت المقدس سے اس کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ یہ سلوک کسی مصلحت یا سیاسی حکمت عملی کا نتیجہ نہ تھا بلکہ اس کی بنیاد حدیثِ رسول ﷺ اور شریعت کے واضح احکام پر رکھی گئی تھی۔ اسلامی فقہ کے تمام مکاتبِ فکر نے ذمی افراد کے حقوق کو تسلیم کیا ہے اور ان کی حفاظت کو شرعی ذمہ داری قرار دیا ہے۔

پڑوسی غیر مسلموں سے تعلقات پر حدیثی رہنمائی

اسلام کا اخلاقی نظام انسانی تعلقات کی بنیاد حسنِ سلوک، عفو، عدل اور ہمدردی پر رکھتا ہے۔ شریعت اسلامی میں پڑوسی کے ساتھ حسنِ سلوک ایک مستقل فرض کے طور پر بیان کیا گیا ہے، اور اس میں مذہب کی تخصیص نہیں کی گئی۔ نبی کریم ﷺ کی متعدد احادیث اس بات کی تصدیق کرتی ہیں کہ غیر مسلم پڑوسی کے بھی وہی حقوق ہیں جو مسلم پڑوسی کے لیے مقرر کیے گئے ہیں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام جب مسلسل رسول اللہ ﷺ کے پاس پڑوسی کے بارے میں وحی لے کر آتے رہے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"ما زال جبرائيل يوصيني بالجار حتى ظننت أنه سيورثه"[9]

"جبرائیل علیہ السلام مجھے مسلسل پڑوسی کے حق کے بارے میں وصیت کرتے رہے، یہاں تک کہ میں نے گمان کیا کہ شاید اسے وارث قرار دے دیا جائے گا۔"

یہ حدیث نہ صرف پڑوسی کے مقام کو بیان کرتی ہے بلکہ اس میں یہ بھی کوئی قید نہیں لگائی گئی کہ پڑوسی مسلمان ہو۔ امام ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کی شرح میں کہا:

"لفظ الجار عامّ، يشمل المسلم وغير المسلم، ما دام مسالمًا"[10]

"پڑوسی کا لفظ عام ہے، جو مسلمان اور غیر مسلم دونوں کو شامل کرتا ہے، بشرطیکہ وہ پرامن ہو۔"

یہ تشریح بتاتی ہے کہ غیر مسلم پڑوسی کی عزت، خیر خواہی، اور مدد کرنا اسلامی اخلاقیات کا حصہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے تحفہ دینے، عیادت کرنے، اور کھانے میں شریک کرنے کو نہ صرف جائز بلکہ باعثِ اجر قرار دیا، اگر اس سے دینی دعوت یا حسنِ تعلق کا موقع پیدا ہو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا:

"إِنَّ لِي جَارَيْنِ، فَإِلَى أَيِّهِمَا أُهْدِي؟ قَالَ: إِلَى أَقْرَبِهِمَا مِنْكِ بَابًا"[11]

---

[7] نووی، یحییٰ بن شرف۔ شرح صحیح مسلم۔ بیروت: دار احیاء التراث العربی، 1986، جلد 11، ص: 92

[8] ابوداؤد، سنن ابی داؤد، سلیمان بن اشعث، بیروت دار الکتب العلمیہ، 2006، حدیث: 3052

[9] بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، مکتبہ اسلامیہ، لاہور، 2007، حدیث: 6014

[10] ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی، فتح الباری شرح صحیح البخاری، بیروت: دار، 2003، ج 10، ص: 431

[11] بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، مکتبہ اسلامیہ، لاہور، 2007، حدیث: 6020

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.03 (2025)

"میرے دو پڑوسی ہیں، میں کس کو تحفہ دوں؟ فرمایا: جو دروازے سے قریب ہو۔"

یہ بات بھی اہم ہے کہ سیرتِ نبوی ﷺ میں کئی غیر مسلم پڑوسیوں کے ساتھ حسنِ سلوک کے واقعات موجود ہیں۔ عبد اللہ بن اُبیّ جو مدینہ کے منافقین کا سردار تھا، اس کے انتقال پر آپ ﷺ کا جنازے میں شرکت کے لیے کھڑا ہونا، اس بات کا ثبوت ہے کہ معاشرتی آداب مذہب کے اختلاف سے مشروط نہیں ہوتے۔ فقہ اسلامی کی کتب میں بھی پڑوسی کے حقوق کے بیان میں غیر مسلم کا ذکر ملتا ہے۔ علامہ قرطبیؒ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وَالجَارُ يَشْمَلُ الجَارَ المُسْلِمَ وَالكَافِرَ وَالذِمِّيَّ وَالعَدُوَّ وَالصَّدِيقَ"[12]

"پڑوسی کی تعریف میں مسلمان، غیر مسلم، ذمی، دشمن اور دوست سب شامل ہیں۔"

یہ ہم آہنگی اور انسانیت نوازی کا وہ عظیم پیغام ہے جو عصرِ حاضر کے معاشرتی تصادم اور مذہبی شدت پسندی کے خلاف ایک کامل نمونہ ہے۔

تجارت، انصاف اور انسانی ہمدردی پر احادیث

اسلامی تعلیمات میں معاشی اور سماجی معاملات کو محض مسلمانوں کے ساتھ خاص نہیں رکھا گیا، بلکہ غیر مسلموں کے ساتھ بھی عدل، دیانت، اور انسانی بنیادوں پر برتاؤ کرنے کی واضح ہدایت کی گئی ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی سیرت وسنت میں ہمیں ایسی بے شمار مثالیں ملتی ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے غیر مسلموں کے ساتھ نہ صرف لین دین کیا بلکہ ان کے ساتھ حسنِ سلوک، شرافت اور انصاف کا اعلیٰ ترین نمونہ بھی پیش کیا۔ نبی کریم ﷺ کی زندگی کا ایک معروف واقعہ ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی زرہ ایک یہودی کے پاس گروی رکھی:

"أن رسول الله ﷺ اشترى من يهودي طعامًا بنسيئة، ورهنه درعًا له من حديد"[13]

"نبی کریم ﷺ نے ایک یہودی سے اُدھار پر کھانے کا سامان خریدا، اور اپنی لوہے کی زرہ بطورِ رہن رکھ دی۔"

یہ واقعہ نہ صرف غیر مسلم سے مالی لین دین کی مشروعیت پر دلالت کرتا ہے، بلکہ یہ بھی ظاہر کرتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے کسی قسم کے تعصب کے بغیر تجارت کی۔ اگر غیر مسلم کے ساتھ تجارتی تعلقات جائز نہ ہوتے تو نبی کریم ﷺ ہرگز ایسا نہ فرماتے۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے معاملات میں عدل وانصاف کو ہر حال میں قائم رکھنے کا حکم دیا، چاہے فریق مخالف غیر مسلم ہی کیوں نہ ہو۔ قرآن مجید میں بھی اس اصول کو واضح طور پر بیان کیا گیا ہے:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا ۚ اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ[14]

"اے ایمان والو! اللہ کے لیے حق پر قائم رہنے والے بنو اور انصاف کی گواہی دو، اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو؛ انصاف کرو، یہی تقویٰ سے قریب تر ہے۔"

نبی کریم ﷺ نے ان تعلیمات پر خود عمل کر کے دکھایا۔ آپ ﷺ نے غیر مسلم وفود سے معاہدے کیے، ان کے ساتھ صلح کی، اور عدل پر مبنی رویہ رکھا۔ مدینہ میں جب یہود کے ساتھ میثاق مدینہ طے پایا تو اس میں یہ اصول شامل تھا:

"یہودی، مسلمانوں کے ساتھ ایک امت ہوں گے۔"[15]

یہ محض ایک سیاسی معاہدہ نہیں تھا بلکہ اس کی بنیاد عدل، مساوات، اور پرامن بقائے باہمی پر تھی۔

انسانی ہمدردی کے حوالے سے بھی نبی اکرم ﷺ کی زندگی ایک مثالی نمونہ ہے۔ ایک بار آپ ﷺ کے سامنے ایک غیر مسلم کا جنازہ گزرا تو آپ ﷺ کھڑے ہو گئے۔ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ تو غیر مسلم ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

---

[12] قرطبیؒ، شمس الدین محمد احمد، الجامع لأحکام القرآن، ، مکتبہ اسلامیہ، لاہور، 2000 جلد5، ص: 121

[13] بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، مکتبہ اسلامیہ، لاہور، 2007، حدیث: 2916

[14] سورۃ المائدہ، 5:8

[15] ابن ہشام، عبدالمالک بن ہشام، مکتبہ قادریہ، لاہور، 2006، ج1، ص 211

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.03 (2025)

"أليست نفسًا؟"[16]

''کیا وہ ایک جان (انسان) نہیں تھی؟''

یہ مختصر مگر جامع جملہ اسلامی اخلاقیات کا عروج ہے، جس میں ہر انسان کی جان کو عزت دی گئی، قطع نظر اس کے عقیدے کے۔اس حدیث سے یہ اصول اخذ ہوتا ہے کہ اسلام انسانیت کی بنیاد پر رحم و شفقت کی تعلیم دیتا ہے۔ کسی انسان کا مذہب، اس کے بنیادی انسانی حقوق سلب کرنے کا جواز نہیں بن سکتا۔

حدیثی مواد کا تجزیہ اور عمومی اصول

اب تک بیان کردہ احادیث کا اگر مجموعی جائزہ لیا جائے تو ایک منظم اور متوازن اسلامی تعلیمات کا خاکہ سامنے آتا ہے، جو غیر مسلموں سے معاملات کے حوالے سے نہایت ہم آہنگ، عدل پر مبنی اور اخلاقی بنیادوں پر استوار ہے۔ نبی کریم ﷺ کی سنت سے حاصل ہونے والے اصول نہ صرف فرد کے رویے کو مہذب بناتے ہیں بلکہ ایک بین المذاہب پر امن معاشرہ تشکیل دینے میں مدد فراہم کرتے ہیں۔سب سے پہلے یہ بات سامنے آتی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے غیر مسلموں کے ساتھ حسنِ سلوک کو محض رواداری یا مصلحت کے تحت نہیں، بلکہ شرعی فریضہ کے طور پر بیان کیا۔ تمام انسانوں کو اللہ کی مخلوق سمجھا گیا، اور ان کے ساتھ معاملات میں تقویٰ، رحم، انصاف، اور خیر خواہی کا حکم دیا گیا۔اس تعلق میں نہ مذہب کی بنیاد پر تفریق ہے، نہ قومیت کی، اور نہ ہی سیاسی دشمنی کی۔

1. غیر مسلم سے عدل کا سلوک فرض ہے، خواہ وہ معاہد ہو یا غیر معاہد، اور کسی بھی بنیاد پر اس سے ناانصافی جائز نہیں۔
2. غیر مسلم معاہدین اور ذمیوں کی جان و مال، اسلامی ریاست میں شرعی تحفظ میں ہے۔ان پر ظلم و زیادتی گناہِ کبیرہ ہے۔
3. غیر مسلم پڑوسیوں، دوستوں، یا ہم وطنوں کے ساتھ معاشرتی حسنِ سلوک، تحائف کا تبادلہ، عیادت، اور خیر خواہی سنتِ نبوی ﷺ ہے۔
4. غیر مسلموں سے جائز تجارتی تعلقات، معاہدے، قرض و گروی جیسے معاملات نہ صرف جائز ہیں بلکہ سنت سے ثابت ہیں۔
5. غیر مسلموں کے ساتھ نرمی، اخلاق، اور حسنِ معاملہ اسلام کی دعوتی حکمت عملی کا بنیادی عنصر ہے۔

بین المذاہب ہم آہنگی

نبی اکرم ﷺ کے عہد میں مسلمانوں نے غیر مسلموں کے ساتھ جو معاہدات کیے، وہ اسلام کی ہم آہنگ اور جامع فطرت کی عکاسی کرتے ہیں۔ یہ تمام اصول اسلامی معاشرے کو ایک ایسا مضبوط اخلاقی ڈھانچہ فراہم کرتے ہیں، جو صرف مسلمانوں کے فائدے کے لیے نہیں بلکہ تمام انسانیت کے لیے خیر کا باعث ہے۔

اسلامی فقہ، مسلمانوں کی زندگی کے تمام شعبہ جات کے لیے قانونی، اخلاقی اور عملی رہنمائی فراہم کرتی ہے۔ عبادات سے لے کر معاشرت، معاملات، حدود، سیاست اور بین الاقوامی تعلقات تک، فقہ اسلامی زندگی کا ایک جامع ضابطہ پیش کرتی ہے۔ غیر مسلموں کے ساتھ تعلقات کا دائرہ بھی اسی فقہی نظام کے تحت منظم کیا گیا ہے۔

فقہ کی ت

فقہ لغوی طور پر "گہری سمجھ" کے معنی میں آتا ہے۔ اصطلاحی طور پر فقہ کا مفہوم ہے:

"الأحكام الشرعية العملية المستنبطة من أدلتها التفصيلية"

"وہ عملی شرعی احکام جو تفصیلی دلائل سے اخذ کیے گئے ہوں۔"

یہ تعریف فقہ کو ایک علمی و استدلالی نظام قرار دیتی ہے، جو نصوص (قرآن و حدیث) سے معانی اخذ کر کے عملی احکام وضع کرتا ہے۔

فقہ کے بنیادی مصادر

- قرآن مجید
- سنتِ نبوی ﷺ
- اجماع
- قیاس

[16] بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، مکتبہ اسلامیہ، لاہور، 2007، حدیث: 1312

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.03 (2025)

اصولِ استنباط

استنباطِ احکام میں مندرجہ ذیل اصول شامل ہوتے ہیں:

1. شریعت کے پانچ بنیادی مقاصد (دین، جان، مال، نسل، عقل کا تحفظ) کو سامنے رکھ کر فقہی احکام اخذ کیے جاتے ہیں۔
2. جب تک کسی چیز کے خلاف دلیل نہ ہو، اصل کو قائم رکھنا۔
3. مقامی رسم و رواج کو شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے قبول کرنا۔
4. ایسے اسباب بند کرنا یا کھولنا جو فساد یا اصلاح کی طرف لے جائیں۔

یہ تمام اصول غیر مسلموں کے ساتھ تعلقات کے فقہی دائرہ کار کو وضع کرنے میں مدد فراہم کرتے ہیں۔

مذاہبِ اربعہ کا غیر مسلموں سے تعامل پر نقطۂ نظر

اسلامی فقہ میں چار مشہور مکاتبِ فکر (حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی) کے اجتہادی اصولوں کی روشنی میں غیر مسلموں سے تعلقات پر تفصیلی مباحث ملتے ہیں۔ یہ مکاتبِ فکر جہاں عبادات و معاملات میں اجتہادی تنوع رکھتے ہیں، وہیں غیر مسلموں کے ساتھ معاشرتی، قانونی، اور تجارتی معاملات پر بھی اصول و تفصیل فراہم کرتے ہیں۔

فقہ حنفی

فقہ حنفی میں غیر مسلموں سے معاشرت، تجارت، عدل، اور معاہدہ کو عمومی طور پر جائز قرار دیا گیا ہے بشرطیکہ وہ اسلامی حدود و حرمت کے خلاف نہ ہوں۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ذمیوں کے ساتھ عدل و انصاف واجب ہے۔ علامہ سرخسیؒ لکھتے ہیں:

"والذمي إذا دخل دار الإسلام بالأمان، صار له ما للمسلم من الأمان، وعليه ما على المسلم من العهد"[17]

"ذمی جب اسلامی ریاست میں داخل ہوتا ہے، تو اسے مسلمانوں کی طرح امان حاصل ہو جاتی ہے، اور اس پر بھی وہی عہد لازم ہوتا ہے۔"

حنفی فقہ میں غیر مسلموں کے ساتھ بیع، اجارہ، قرض، رہن، یہاں تک کہ تحفہ و ہدیہ کو بھی جائز قرار دیا گیا ہے، بشرطیکہ اس میں دینی ضرر یا شعائرِ اسلام کی توہین نہ ہو۔

فقہ مالکی

مالکی فقہ میں غیر مسلموں کے ساتھ معاملات میں احتیاط کو زیادہ اہمیت دی گئی ہے، لیکن عمومی اصول یہی ہے کہ اگر وہ ذمی ہوں اور اسلام کے شعائر کی توہین نہ کریں تو ان کے ساتھ معاملات مباح ہیں۔

امام قرطبیؒ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"الجوار لا يختص بالمسلم، بل يشمل الذمي والمعاهد"[18]

"پڑوس کا حق صرف مسلمان کا نہیں، بلکہ ذمی اور معاہد کو بھی شامل ہے۔"

فقہ شافعی

شافعی فقہ میں غیر مسلموں کے ساتھ معاملات میں تفصیل ہے۔ تجارت، بیع، کرایہ داری، دعوت و تحفہ کو بعض شرائط کے ساتھ جائز قرار دیا گیا ہے۔ فقہ شافعی میں غیر مسلم کی جان و مال کو معاہدہ کی بنیاد پر محفوظ مانا گیا ہے۔

علامہ نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"إن أمان الكافر محترم ما دام لم يخالف شروط الأمان"[19]

"کافر کا امن معتبر ہے، جب تک وہ شرائطِ امان کو نہ توڑے۔"

---

[17] المبسوط، جلد 10، ص: 94

[18] الجامع لأحکام القرآن، جلد 5، ص: 121

[19] روضۃ الطالبین، جلد 10

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.03 (2025)

فقہ حنبلی

فقہ حنبلی غیر مسلموں کے ساتھ معاملات میں قرآن وحدیث کی ظاہری نصوص کو مقدم رکھتا ہے، اور ان کے ساتھ عقد ولین دین کو عام حالات میں جائز مانتا ہے۔

امام ابن قدامہ لکھتے ہیں:

"ويجوز التعامل مع الذميين في البيع والشراء والإجارة"[20]

"ذمیوں سے بیع، خرید وفروخت، اور کرایہ داری کے معاملات جائز ہیں۔"

مذاہب اربعہ میں غیر مسلموں سے معاملات کے حوالے سے بنیادی اصول یہ ہیں:

- غیر مسلموں کے ساتھ تعلقات اسلام کے عمومی اصولِ عدل، اخلاق اور انسانی وقار کے تابع ہیں۔
- جب تک غیر مسلم دشمنی یا دینِ اسلام کی اہانت پر نہ اتر آئے، ان سے حسنِ سلوک، معاہدہ اور تجارت جائز ہے۔
- ذمی و معاہد کے ساتھ کسی بھی زیادتی کو حرام قرار دیا گیا ہے۔

اسلامی فقہ نے غیر مسلموں کو یکساں تصور نہیں کیا بلکہ ان کے حالات، تعلقات اور مقاصد کے لحاظ سے مختلف اقسام میں تقسیم کیا ہے۔ یہ تقسیم نہ صرف فقہی احکام کی بنیاد مہیا کرتی ہے بلکہ اسلامی ریاست میں ان کے حقوق، ذمہ داریوں اور تحفظ کی حدود بھی واضح کرتی ہے۔ مشہور فقہی تقسیم کے مطابق غیر مسلم تین اقسام میں آتے ہیں:

1. ذمی
2. مستامن
3. حربی

اس تقسیم کی بنیاد قرآن وسنت اور تعاملِ نبوی پر ہے۔

ذمی

ذمی وہ غیر مسلم ہے جو اسلامی ریاست میں مستقل رہائش رکھتا ہے اور جزیہ ادا کرتا ہے۔ اس کو مذہبی آزادی، جان ومال کا تحفظ، اور بنیادی شہری حقوق حاصل ہوتے ہیں۔ امام ابن قدامہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"الذمي له ما للمسلمين، وعليه ما عليهم، إلا ما خصه الدليل"[21]

"ذمی کے لیے وہی حقوق وفرائض ہیں جو مسلمانوں کے لیے ہیں، سوائے ان امور کے جن سے دلیل نے اسے مستثنیٰ کیا ہو۔"

ذمیوں کے ساتھ معاملات اور ان کے حقوق کا تحفظ قرآن میں واضح انداز میں موجود ہے:

"وَإِنْ أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّىٰ يَسْمَعَ كَلَامَ اللَّهِ"[22]

یہ آیت اسلامی معاشرے میں غیر مسلموں کو پناہ دینے اور انہیں دعوت دین سنانے کے حق کو بھی محفوظ کرتی ہے۔

مستامن

مستامن وہ غیر مسلم ہے جو کسی عارضی معاہدے کے تحت اسلامی ریاست میں داخل ہوا ہو، جیسے تاجر، سیاح، سفارت کار یا طالب علم وغیرہ۔ اسے محدود مدت کے لیے امان حاصل ہوتی ہے، اور اس دوران اس کی جان ومال محفوظ تصور کیے جاتے ہیں۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں:

---

[20] المغنی، جلد 4، ص: 233

[21] المغنی، جلد 9، ص: 369

[22] سورہ التوبہ: 6

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.03 (2025)

"إذا دخل الكافر دار الإسلام بأمان، لم يجز التعرض له بأذى"[23]

"اگر کوئی کافر دار الاسلام میں امان کے ساتھ داخل ہو، تو اسے تکلیف دینا جائز نہیں۔"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"من قتل معاهَداً لم يرح رائحة الجنة"[24]

"جس نے کسی معاہد (مستامن) کو قتل کیا، وہ جنت کی خوشبو بھی نہ سونگھ سکے گا۔"

اس حدیث سے فقہا نے مستامن کی جان کے تحفظ کو قطعی واجب قرار دیا ہے۔

حربی

حربی وہ غیر مسلم ہے جو اسلامی ریاست سے حالتِ جنگ میں ہو، اور نہ ذمی ہو، نہ مستامن۔ اس کے بارے میں اسلامی قانون جنگ کے اصول لاگو ہوتے ہیں، مگر حتیٰ کہ اس سے بھی جنگ کے آداب کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے جنگ کے دوران بھی عورتوں، بچوں، راہبوں اور غیر جنگجو افراد کو قتل کرنے سے منع فرمایا:

"لا تقتلوا شيخًا فانيًا، ولا طفلاً، ولا امرأةً"[25]

"بوڑھے، بچے اور عورت کو قتل نہ کرو۔"

یہ تمام تفصیلات اس امر کی غمازی کرتی ہیں کہ اسلام نے غیر مسلموں کو مکمل درجہ بندی کے ساتھ دیکھا اور ہر ایک کے لیے حقوق و ضوابط مقرر کیے۔

غیر مسلموں کے جان و مال کی حرمت

اسلامی فقہ میں انسان کی جان و مال کو بنیادی حرمت حاصل ہے، اور یہ اصول صرف مسلمانوں کے لیے مخصوص نہیں بلکہ غیر مسلموں، خصوصاً ذمی، مستامن، اور معاہد کے لیے بھی مؤثر ہے۔ اسلامی ریاست میں ان کے جان و مال کا تحفظ شریعت کا قطعی تقاضا ہے۔

احادیثِ نبوی ﷺ کی روشنی

نبی کریم ﷺ نے غیر مسلم معاہد یا ذمی کی جان کو قتل کرنے کو ایسا جرم قرار دیا جو انسان کو جنت سے محروم کر دیتا ہے۔

"من قتل معاهَداً لم يرح رائحة الجنة"[26]

اس حدیث کے شارحین کے مطابق "معاہد" میں ہر وہ غیر مسلم شامل ہے جو کسی اسلامی معاہدے یا پناہ کے تحت اسلامی ریاست میں موجود ہو۔ امام نوویؒ اس حدیث کی شرح میں کہتے ہیں:

"فيه تغليظ تحريم قتل المعاهد، وهو الكافر الذي له عهد مع المسلمين"[27]

"یہ حدیث معاہد کو قتل کرنے کی سخت حرمت پر دلالت کرتی ہے، اور معاہد وہ کافر ہے جس سے مسلمانوں کا معاہدہ ہو۔"

فقہ اسلامی کا مؤقف

فقہا نے غیر مسلموں کے جان و مال کے تحفظ کو "حقوقِ لازمہ" میں شمار کیا ہے۔

امام سرخسیؒ فرماتے ہیں:

"الذمي في دار الإسلام كالمسلم في الدم والمال"[28]

---

23 روضۃ الطالبین، جلد 10

24 بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، مکتبہ اسلامیہ، لاہور، 2007، حدیث: 3166

25 ابوداؤد، سنن ابی داؤد، سلیمان بن اشعث، بیروت دار الکتب العلمیہ، 2006، حدیث: 2614

26 بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، مکتبہ اسلامیہ، لاہور، 2007، حدیث: 3166

27 نووی، یحییٰ بن شرف۔ شرح صحیح مسلم۔ بیروت: دار احیاء التراث العربی، 1986، ج 12، ص 123

28 المبسوط، جلد 10، ص: 145

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.03 (2025)

"ذمی دار الاسلام میں جان ومال کے اعتبار سے مسلمان کے مثل ہے۔"

اگر کوئی مسلمان، ذمی یا معاہد کو قتل کرے یا اس کے مال پر ناجائز قبضہ کرے، تو فقہانے اس پر قصاص اور ضمان لازم قرار دیا ہے۔ قرآن پاک میں واضح ہدایت ہے:

"وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ"[29]

"اور کسی جان کو ناحق قتل نہ کرو جسے اللہ نے حرمت دی ہے۔"

یہ آیت عام ہے اور اس میں غیر مسلموں کی جان بھی شامل ہے جنہیں شریعت نے حرمت دی ہو (معاہدین، ذمی، مستامن وغیرہ)۔

1. غیر مسلموں کی جان ومال کو فقہی طور پر مکمل تحفظ حاصل ہے۔
2. معاہد، ذمی، مستامن کی جان لینا، یا ان کے مال پر دست درازی، شرعی جرم ہے۔
3. فقہائے کرام نے ان جرائم پر حدود، قصاص، اور ضمان کو لازم قرار دیا ہے۔
4. غیر مسلموں کے جان ومال کے خلاف جرم، نہ صرف قانونی بلکہ اخلاقی اور دینی خلاف ورزی بھی ہے۔

فقہی قواعد

اسلامی فقہ میں قواعدِ کلیہ وہ اصولی ضوابط ہیں جن پر بے شمار فروعی مسائل کی بنیاد رکھی جاتی ہے۔ یہ قواعد شریعت کے عمومی مزاج، عدل، حکمت، اور مصلحت کی نمائندگی کرتے ہیں۔ غیر مسلموں کے ساتھ معاملات میں فقہانے ان قواعد سے خوب استفادہ کیا ہے تاکہ معاشرت، تجارت، اور باہمی تعلقات کا ایک منصفانہ اور پائیدار نظام قائم ہو سکے۔

قاعدہ: الضَّرَرُ يُزَالُ

"نقصان کو دور کیا جائے"

یہ قاعدہ نبی کریم ﷺ کے فرمان سے ماخوذ ہے:

"لا ضرر ولا ضرار"[30]

"نہ خود نقصان پہنچاؤ، نہ نقصان کا بدلہ دو۔"

اس قاعدہ کے تحت اگر کسی غیر مسلم کو اسلامی ریاست میں جان، مال، عزت یا دینی آزادی کے حوالے سے نقصان پہنچ رہا ہو، تو اسے روکا جائے گا۔ فقہائے کرام نے اس اصول کے تحت ذمی، مستامن کے حقوق کے تحفظ کو ضروری قرار دیا۔ اگر کسی ذمی یا مستامن کو محض مذہب کی بنیاد پر کاروبار سے محروم کر دیا جائے یا اس کے خلاف عوام کو مشتعل کیا جائے تو یہ "ضرر" میں شامل ہے، اور شرعاً ناجائز ہے۔

قاعدہ: العُرفُ مُحَكَّمٌ

"عرف (سماجی رواج) کو قانونی حیثیت حاصل ہے"

قرآن مجید فرماتا ہے:

"خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ"[31]

"در گزر کو اختیار کرو، نیکی کا حکم دو، اور معروف کو اپناؤ۔"

اس قاعدہ کے تحت اگر غیر مسلموں کے ساتھ تعلقات میں کوئی عرف جاری وساری ہو جو شریعت کے منافی نہ ہو، تو فقہاء اسے تسلیم کرتے ہیں۔ جیسے کسی غیر مسلم پڑوسی کو تہوار پر تحفہ دینا، یا ان کے دکانوں سے خریداری کرنا۔

مروجہ بین الاقوامی معاہدات، تجارتی عرف، اور شہری حقوق کے متعلق بہت سے فقہی احکام اسی اصول پر مبنی ہوتے ہیں۔

---

[29] الأنعام: 151

[30] ابن ماجہ، محمد بن ماجہ، سنن ابن ماجہ، مکتبہ اسلامیہ لاہور، 2009، حدیث: 2340

[31] الأعراف: 199

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW

CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.03 (2025)

قاعدہ: سدّ الذرائع

"برائی کے ذرائع کو بند کرنا"

یہ اصول امام مالکؒ کے فقہی منہج میں خاص اہمیت رکھتا ہے۔ اگر کوئی جائز کام کسی بڑے شرّ کا ذریعہ بنے، تو اس جائز کو بھی موقوف کیا جا سکتا ہے۔ اگر کسی غیر مسلم قوم سے ایسا معاہدہ کیا جا رہا ہو جو اسلامی ریاست کی سلامتی کو نقصان پہنچا سکتا ہو، تو شریعت اس معاہدہ کو روک سکتی ہے۔ یہ اصول فطری توازن کو قائم رکھتا ہے تاکہ مصلحت کے نام پر ضرر کو فروغ نہ دیا جائے۔

قاعدہ: المصلحة المُرسَلة

"وہ مصلحت جس کی کوئی واضح نص نہ ہو، مگر وہ شریعت کے مزاج سے ہم آہنگ ہو"

امام شاطبیؒ اور امام مالک کے نزدیک مصالحِ مرسلہ اجتہاد کا ایک اہم اصول ہے۔ غیر مسلموں کے ساتھ جدید تعلقات، جیسے اقوام متحدہ کی رکنیت، بین المذاہب ڈائیلاگ، اور انسانی حقوق کے معاہدات، اکثر اسی قاعدے کے تحت زیرِ غور آتے ہیں۔ اگر غیر مسلموں کے ساتھ تجارتی یا تعلیمی تعلقات اسلامی اقدار کو محفوظ رکھتے ہوئے کسی بڑی معاشرتی، معاشی یا سیاسی بہتری کا ذریعہ بنیں، تو وہ قابل قبول ہوتے ہیں۔

فقہی اجتہاد اور جدید تقاضے

اجتہاد اسلامی قانون کا وہ جاندار پہلو ہے جس کی بدولت فقہ، زمان و مکان کے بدلتے ہوئے حالات کے ساتھ ہم آہنگ رہتا ہے۔ عصرِ حاضر میں غیر مسلموں کے ساتھ تعلقات کے تناظر میں اجتہاد کی اہمیت کئی گنا بڑھ گئی ہے، کیونکہ مسلم دنیا آج بین الاقوامی نظام، اقوام متحدہ، انسانی حقوق کے عالمی اعلامیے، اور مخلوط معاشروں کا حصہ بن چکی ہے۔

"بذل الفقيه وسعه لتحصيل حكم شرعي ظني من أدلته التفصيلية[32]"

"فقیہ کا اپنی پوری صلاحیت صرف کر کے قرآن و سنت کی روشنی میں کسی ظنی حکم کو اخذ کرنا۔"

بین الاقوامی معاہدات

کیا ایک اسلامی ریاست اقوام متحدہ جیسے اداروں کا حصہ بن سکتی ہے؟

جدید فقہا نے کہا: اگر معاہدہ شریعت کے خلاف نہ ہو تو جائز ہے۔

غیر مسلم شہریوں کو مساوی قانونی حقوق دینا

فقہی اجتہاد نے کہا: اگر وہ ذمی یا معاہد کی حیثیت رکھتے ہوں تو مساوی شہری حقوق دینا شرعاً درست ہے۔

بین المذاہب مکالمہ (Interfaith Dialogue)

بعض قدیم علما اس پر تحفظ رکھتے تھے، لیکن جدید فقہی اجتہاد نے دعوتِ اسلامی کے مقاصد کی روشنی میں اس کی اجازت دی بشرطیکہ عقیدہ متاثر نہ ہو۔

سیکولر ریاست میں مسلمانوں کی پوزیشن

جدید فقہا نے اجتہادی بنیادوں پر واضح کیا کہ مسلمانوں کو وہاں اقلیت ہونے کے ناتے امن، عدل اور حقوق کے حصول کے لیے قانونی ذرائع اختیار کرنے کی اجازت ہے۔

معاصر فقہا کی آراء

شیخ یوسف القرضاوی کہتے ہیں:

"إن العدل واجب مع كل إنسان، سواء كان مسلمًا أو غير مسلم، عدل في الحكم، وعدل في الشهادة، وعدل في المعاملة"[33]

"عدل ہر انسان کے ساتھ واجب ہے، چاہے وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم؛ عدل فیصلے میں، گواہی میں، اور معاملے میں۔"

---

[32] آمدی، علی بن محمد۔ *الإحکام فی أصول الأحکام*۔ بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1995، ج 12، ص 156

[33] زرکلی، مصطفی۔ *غیر المسلمین فی المجتمع الاسلامی*۔ قاہرہ: مکتبۃ وھبۃ، 2009، ص: 22

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.03 (2025)

ڈاکٹر وہبہ الزحیلی فرماتے ہیں:

"لا مانع من معاملة غير المسلمين، إذا لم تكن المصلحة في ذلك محرمة شرعًا"[34]

"غیر مسلموں سے معاملہ کرنے میں کوئی حرج نہیں، جب تک اس میں کوئی شرعی ممانعت نہ ہو۔"

فقہی اجتہاد نے غیر مسلموں سے تعلقات کے باب میں کئی جدید امکانات کو پیدا کیا ہے، بشرطیکہ:

- اسلامی اصولوں کی خلاف ورزی نہ ہو
- عدل و اخلاق کے تقاضے مجروح نہ ہوں
- امت مسلمہ کا تشخص اور وقار محفوظ رہے

سیرتِ نبویؐ اور خلفائے راشدین کے دور میں غیر مسلموں سے تعامل

میثاقِ مدینہ: ایک بین المذاہب عمرانی معاہدہ

ہجرتِ مدینہ کے بعد ریاستِ مدینہ کے قیام کے ابتدائی مرحلے میں جس عمل کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے، وہ "میثاقِ مدینہ" ہے۔ یہ تاریخِ اسلام کا پہلا تحریری معاہدہ تھا، جو مسلمانوں، یہودیوں، اور دیگر قبائل کے درمیان سیاسی، مذہبی، اور شہری حقوق و فرائض کے تعین کے لیے ترتیب دیا گیا۔ یہ معاہدہ نہ صرف ایک عمرانی و سیاسی دستاویز ہے بلکہ بین المذاہب ہم آہنگی اور قانونی مساوات کا عظیم نمونہ بھی ہے۔

متن اور ساخت

میثاقِ مدینہ تقریباً ۵۲ شقوں پر مشتمل تھا، جس میں درج ذیل اہم نکات شامل تھے:

- تمام فریقین (مسلمان، یہود، مشرک قبائل) ایک امت کہلائیں گے، جو مدینہ کے دفاع میں مشترکہ ذمہ دار ہوں گے۔
- ہر مذہب کے پیروکاروں کو اپنے دین پر عمل کی آزادی حاصل ہو گی۔
- اگر کوئی فریق مظلوم ہو تو باقی فریقین اُس کی مدد کریں گے۔
- مدینہ پر کوئی حملہ ہو تو اجتماعی دفاع واجب ہو گا۔

سیرتِ نبویؐ کا بین المذاہب نقطۂ نظر

نبی کریم ﷺ نے میثاقِ مدینہ کے ذریعے نہ صرف مسلمانوں کو ریاستی نظم و نسق کا حصہ بنایا بلکہ یہود کو ان کی شناخت اور مذہب کے ساتھ تحفظ دیا۔ آپ ﷺ نے قانون کی بالادستی، شہری مساوات، اور امنِ عامہ کو بنیاد بنایا، نہ کہ مذہب کو۔ مشہور مؤرخ ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ لکھتے ہیں:

"یہ دنیا کا پہلا تحریری آئین تھا جس نے مذہبی آزادی، شہری مساوات، اقلیتوں کے حقوق، اور ریاستی نظم کو ایک معاہدے میں جمع کیا۔"[35]

یہ اقتباس اس حقیقت کو اجاگر کرتا ہے کہ نبی ﷺ نے اقلیتوں کے ساتھ زبردستی اسلام نافذ کرنے کی بجائے، حقوق و ذمہ داریوں پر مبنی سہ طرفہ معاہدہ کیا، جو مذہبی و قانونی آزادی پر مبنی تھا۔

فقہی اثرات

میثاقِ مدینہ کو فقہی اعتبار سے ایک "سابقہ شرعی نظیر (Precedent)" مانا جاتا ہے۔ اس سے درج ذیل فقہی اصول اخذ کیے گئے:

- مذہبی اقلیتوں کی قانونی حیثیت کا تحفظ
- معاہدات کی پابندی واجب
- بین المذاہب معاشرتی ہم آہنگی

---

[34] زحیلی، وھبہ۔ الفقہ الاسلامی وأدلتہ۔ دمشق: دار الفکر، 2005، ج2، ص89

[35] میثاقِ مدینہ کا تاریخی و قانونی مطالعہ، ص:47

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR

CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.03 (2025)

میثاقِ مدینہ سیرتِ طیبہ میں غیر مسلموں کے ساتھ تحمل، عدل، اور برابری پر مبنی تعلقات کی بنیادی مثال ہے۔ یہ آج کے عالمی ضمیر کے لیے ایک ماڈل فراہم کرتا ہے کہ کس طرح ایک اسلامی ریاست مذہبی اقلیتوں کے ساتھ معاہدے کی روشنی میں امن وانصاف کا ماحول قائم کرسکتی ہے۔

اہلِ کتاب سے تعلقات کی سیرتِ طیبہ سے مثالیں

نبی کریم ﷺ کا اہلِ کتاب (یہود و نصاریٰ) سے تعلقات کا انداز منفرد اور عدل و احسان پر مبنی تھا۔ آپ ﷺ نے ان سے دعوت، معاہدہ، مکالمہ، دفاع، تجارت، اور انصاف کے تمام پہلوؤں میں واضح رہنمائی فراہم کی۔ آپؐ کی عملی سیرت یہ بتاتی ہے کہ اسلام صرف مذہبی مکالمہ نہیں بلکہ انسانی بقائے باہمی کا دین ہے۔

نجران کے عیسائیوں سے مکالمہ

نجران کے عیسائیوں کا وفد مدینہ آیا تو رسول اللہ ﷺ نے نہ صرف ان سے مکالمہ کیا بلکہ انہیں مسجدِ نبوی میں عبادت کی اجازت بھی دی۔

"فأمر لهم النبي بمكان في مسجده، فصلوا فيه صلاتهم"[36]

"نبی کریم ﷺ نے انہیں مسجد میں جگہ دی، اور وہ اپنی عبادت وہاں انجام دینے لگے۔"

یہ ایک واضح ثبوت ہے کہ اسلام نے دوسرے مذاہب کو مکمل مذہبی آزادی دی، حتیٰ کہ مقدس ترین مقام یعنی مسجد نبوی ﷺ میں۔

یہودِ مدینہ سے معاہدات

نبی ﷺ نے بنو قینقاع، بنو نضیر اور بنو قریظہ سے ابتدائی معاہدے کیے، جن کی خلاف ورزی پر ہی نزاع پیدا ہوا۔ آپؐ نے ان سے تجارتی اور سماجی معاملات بھی کیے، جیسے:

- یہودیوں سے قرض لینا
- ان کے ساتھ زمین کا مشترکہ کاشت کاری معاہدہ
- ان کے تحفے قبول کرنا

ایک یہودی جنازے کے احترام پر عمل:

نبی کریم ﷺ ایک موقع پر کھڑے ہو گئے جب ایک یہودی کا جنازہ گزر رہا تھا۔ صحابہؓ نے عرض کیا:

"یہ تو ایک یہودی کا جنازہ تھا!" آپ ﷺ نے فرمایا:

"أليست نفساً؟"[37]

"کیا وہ ایک جان نہیں تھی؟"

یہ واقعہ ہمیں تعلیم دیتا ہے کہ غیر مسلموں کی انسانی حیثیت، عزت و وقار اور موت کا احترام بھی اسلامی تعلیمات کا حصہ ہے۔

اہلِ کتاب سے ذاتی روابط

- نبی ﷺ نے اہلِ کتاب سے نکاح کی اجازت دی (النساء: 5)
- آپؐ نے یہودی لڑکے کو قرآن سکھانے کی ترغیب دی
- حضرت صفیہؓ (یہودی نسب سے تعلق رکھنے والی بیوی) کو عزت دی

سیرتِ طیبہ اہلِ کتاب کے ساتھ تحمل، اخلاق، اور قانونی انصاف کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ سیرت نبویؐ ہمیں سکھاتی ہے کہ غیر مسلموں کے ساتھ تعلق میں عدل، عزت، اور حسنِ سلوک کو بنیادی حیثیت حاصل ہے، نہ کہ مذہبی تعصب یا تنگ نظری کو۔

تجارتی، سماجی اور سیاسی معاملات میں غیر مسلموں کی شرکت

ابتدائی اسلامی دور میں، مدینہ کی معاشرت میں غیر مسلموں کی تجارتی، سماجی اور سیاسی شرکت کو نہ صرف قبول کیا گیا بلکہ ان کی مکمل ضمانت دی گئی۔ حضور نبی کریم ﷺ کی سنت اور خلفائے راشدین کے اقوال و افعال اس امر کے روشن گواہ ہیں۔ مدینہ کی مشہور بازاروں میں یہودی، نصاریٰ اور دیگر قبائل کے لوگ اپنی مصنوعات

[36] ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، جلد 1، ص: 357

[37] صحیح بخاری، حدیث: 1312

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.03 (2025)

کی تجارت کرتے تھے اور انہیں کسی قسم کی پابندی یا تعصب کا سامنا نہیں تھا۔ تجارت کے سلسلے میں حضور اکرم ﷺ نے نہ صرف عدل و انصاف کی تلقین کی بلکہ غیر مسلم تاجروں کے حقوق کا بھی تحفظ کیا۔ اس سلسلے میں امام ابن قدامہ فرماتے ہیں:

"لم يمنع الإسلام غير المسلمين من التجارة إلا إذا كان فيها ضرر على المسلمين أو على الدولة الإسلامية."[1]

"اسلام نے غیر مسلموں کو تجارت سے نہیں روکا جب تک کہ اس میں مسلمانوں یا اسلامی ریاست کو نقصان نہ ہو۔"

یہ اقتباس ظاہر کرتا ہے کہ اسلام نے تجارت میں غیر مسلموں کی شرکت کو جائز اور محفوظ قرار دیا، شرط یہ تھی کہ ان کی سرگرمیاں مسلمانوں یا ریاست کو نقصان نہ پہنچائیں۔ حضرت ابوذر غفاریؓ کی یہودی تاجروں سے تجارت کے واقعات اس حسن سلوک کا عملی مظہر ہیں جسے نبی ﷺ اور خلفائے راشدین نے فروغ دیا۔ سماجی سطح پر غیر مسلموں کو ان کے مذہبی، ثقافتی اور سماجی حقوق دیے گئے۔ ان کی عبادت گاہوں کی حفاظت ریاست کی ذمہ داری تھی، اور عدالتوں میں انہیں انصاف فراہم کیا جاتا تھا۔ خلفائے راشدین کے عہد میں ذمیوں کے حقوق کے حوالے سے واضح قوانین بنائے گئے جن سے ان کی عزت و وقار کی حفاظت ممکن ہوئی۔ سیاسی معاملات میں بھی غیر مسلموں کو حصہ دیا گیا۔ مدینہ کی مشورتی مجلس میں انہیں شامل کیا گیا اور ریاست کے دفاع میں ان کی شرکت کو سراہا گیا۔ حضرت عمرؓ کی طرف سے ذمیوں کے لیے جاری کیے گئے صحائف میں غیر مسلموں کو مساوی حقوق دیے گئے اور انہیں ریاست کی ذمہ داریوں میں شریک کیا گیا۔ ابن سعد کے مطابق:

"لا يَتَعَرَّضُ لأهل الذمة إلا بما يعامل به المسلمون."[2]

"ذمیوں پر وہی حقوق و پابندیاں لاگو ہوں جو مسلمانوں پر۔"

یہاں حضرت عمرؓ کی حکمت عملی اور بین المذاہب مساوات کا فلسفہ واضح ہوتا ہے۔

عہد خلفائے راشدین میں غیر مسلموں کے ساتھ طرزِ حکمرانی

خلفائے راشدین کے دور میں غیر مسلموں کے حقوق کی حفاظت عدل و انصاف کا لازمی جزو تھی۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے غیر مسلم رعایا کے ساتھ اپنے عہد میں معاہدات کی مکمل پاسداری کی اور ان کے حقوق کی حفاظت کو یقینی بنایا۔ جنگ ربیعہ کے دوران ذمیوں کو نقصان سے بچایا گیا، جو ان کے تحفظ کا عملی مظاہرہ تھا۔ حضرت عمر بن خطابؓ کا دور خاص اہمیت کا حامل ہے کیونکہ انہوں نے ذمیوں کے لیے صحائف عمر جاری کیے جن میں ان کے حقوق اور فرائض واضح کیے گئے۔ یہ صحائف ریاست کی طرف سے غیر مسلموں کو دی گئی ضمانتوں کا ایک قانونی دستاویز تھا جس میں ان کے مذہبی، سماجی، اور عدالتی حقوق کا تحفظ کیا گیا۔ امام ابن تیمیہ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ:

"عمر بن الخطاب رضي الله عنه أدرك حق الذميين وحقق لهم الحماية الكاملة، مما جعل ذمتهم أماناً في الدولة الإسلامية."[3]

"عمر بن خطابؓ نے ذمیوں کے حقوق کا کامل ادراک کیا اور انہیں مکمل تحفظ دیا، جس کی وجہ سے ان کا دھرم اسلامی ریاست میں امان بن گیا۔"

حضرت عثمان بن عفانؓ اور حضرت علیؓ کے ادوار میں بھی غیر مسلموں کے حقوق کا تسلسل رہا۔ حضرت علیؓ کی خلافت میں ذمیوں کو انصاف فراہم کرنے اور ان کے مسائل کے حل میں سنجیدگی دکھائی گئی۔ خلفائے راشدین نے یہ واضح کیا کہ اسلامی ریاست کی بنیاد سماجی انصاف اور مساوات ہے، نہ کہ مذہب کی بنیاد پر اقلیتوں کا استحصال۔ یہ رواداری آج کے دور میں بھی قابل تقلید ہے۔

رعایا کے حقوق کی پاسداری: حقیقی اسلامی ماڈل

اسلامی حکمرانی کی کامیابی کا سب سے بڑا معیار رعایا کے حقوق کی حفاظت ہے، چاہے وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ."[4]

"تم سب چرواہے ہو اور ہر چرواہا اپنی رعایا کا ذمہ دار ہے۔"

یہ حدیث حکمرانوں کی ذمہ داری واضح کرتی ہے کہ وہ اپنی رعایا کی جان و مال اور عزت کا تحفظ یقینی بنائیں۔ خلفائے راشدین نے اس اصول کو عملی جامہ پہنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ حضرت عمرؓ کے دور میں ذمیوں کے حقوق کی پاسداری کی گئی اور انہیں مساوی شہری حیثیت دی گئی۔ حضرت علیؓ نے بھی عدل و انصاف کو اپنا شعار بنایا اور غیر

مسلموں کو انصاف کی فراہمی کو یقینی بنایا۔ یہ تاریخی اسلامی ماڈل آج کے انسانی حقوق کے نظریات سے ہم آہنگ ہے اور ایک اسلامی ریاست کے لیے بہترین رہنما اصول فراہم کرتا ہے کہ کس طرح تمام شہریوں، خاص طور پر غیر مسلم اقلیتوں، کے حقوق کا تحفظ کیا جائے تاکہ سماجی امن اور ترقی ممکن ہو۔

عصر حاضر میں غیر مسلموں سے تعلقات کے تقاضے

عصر حاضر کی بین الاقوامی صورتحال

عصر حاضر میں دنیا کی سیاسی، سماجی، اور اقتصادی صورت حال نہایت پیچیدہ اور متنوع ہے۔ عالمی سطح پر مذہبی، نسلی، اور ثقافتی اقلیتیں مختلف ممالک میں بس رہی ہیں، جہاں ان کے حقوق، تحفظ، اور مساوی شراکت کی ضرورت ایک سنگین چیلنج کے طور پر سامنے آتی ہے۔ 21ویں صدی کے عالمی منظر نامے میں طاقتور ممالک، اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے معیارات، اور علاقائی معاہدات نے ایک ایسا فریم ورک فراہم کیا ہے جس کے ذریعے تمام اقلیتوں کو تحفظ دینے کی کوشش کی جاتی ہے۔ عالمی سیاسی کشیدگی، دہشت گردی کی کارروائیاں، اور مذہبی بنیاد پر تقسیم نے اقلیتوں کے مسائل کو مزید پیچیدہ کر دیا ہے۔ اس حوالے سے مسلمانوں اور غیر مسلم اقلیتوں کے درمیان تعلقات کے لئے ایک جامع اور مؤثر حکمت عملی کی ضرورت ہے جو بین الاقوامی قوانین اور انسانی حقوق کے معیار سے ہم آہنگ ہو۔ ڈاکٹر راشد احمد لکھتے ہیں:

> "عصر حاضر میں عالمی سیاست نے مذہبی اور نسلی اقلیتوں کے حقوق کو ایک نازک مسئلہ بنا دیا ہے، جس میں ہر ملک کو اپنے داخلی قوانین اور بین الاقوامی ذمہ داریوں کے مابین توازن قائم کرنا ہوتا ہے۔"[1]

یہ بات اس چیلنج کی نشاندہی کرتی ہے کہ عصر حاضر کے تقاضے غیر مسلموں کے ساتھ تعلقات میں ایک نئے فہم اور حساسیت کے متقاضی ہیں تاکہ سماجی ہم آہنگی اور قومی اتحاد کو فروغ دیا جاسکے۔

اقلیتوں کے حقوق اور بین الاقوامی معاہدات

بین الاقوامی قانون نے اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے متعدد معاہدات اور کنونشنز ترتیب دیے ہیں، جن میں اقوام متحدہ کا Universal Declaration of Human Rights (1948)، International Covenant on Civil and Political Rights (1966)، اور Convention on the Elimination of All Forms of Racial Discrimination (1965) شامل ہیں۔ یہ معاہدات اقلیتوں کو مذہبی، نسلی، اور ثقافتی حقوق کے تحفظ کی ضمانت دیتے ہیں اور ریاستوں کو ان کے دفاع کی ذمہ داری سونپتے ہیں۔ اسلامی ممالک کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے داخلی قوانین کو ان بین الاقوامی معاہدات کے مطابق ڈھالیں تاکہ غیر مسلم اقلیتوں کو مساوی حقوق دیے جائیں اور ان کے سماجی، معاشی، اور سیاسی شراکت کو فروغ دیا جاسکے۔ امام محمد حمید اللہ نے اس ضمن میں بیان کیا ہے:

> "میثاق مدینہ کا بنیادی فلسفہ ہی یہی تھا کہ تمام اقلیتوں کو مساوی حقوق دیے جائیں، اور آج کی بین الاقوامی انسانیت کی زبان اسی اصول کی بازگشت ہے۔"[2]

یہ اقتباس واضح کرتا ہے کہ اسلامی روایات اور عصر حاضر کے بین الاقوامی قوانین کے درمیان ایک فکری ہم آہنگی موجود ہے جسے جدید دور میں عملی جامہ پہنانا ایک اہم ذمہ داری ہے۔ بین الاقوامی معاہدات کے تحت، اقلیتوں کو نہ صرف مذہبی آزادی بلکہ تعلیم، روزگار، اور سیاسی نمائندگی کے حقوق بھی حاصل ہیں۔ اس کے علاوہ، انسانی حقوق کی عالمی تنظیموں کی نگرانی سے اقلیتوں کو غیر منصفانہ سلوک سے بچانے کے انتظامات کیے گئے ہیں۔

اسلامی ممالک میں اقلیتوں کا عملی کردار

اسلامی دنیا میں اقلیتوں کا کردار ہمیشہ سے اہم رہا ہے، خاص طور پر ان کی سماجی، اقتصادی، اور ثقافتی شرکت نے اسلامی معاشروں کو متنوع اور مستحکم بنایا ہے۔ ابتدائی اسلامی تاریخ میں اقلیتوں کو نہ صرف تحفظ دیا گیا بلکہ انہیں مختلف شعبوں میں خدمات انجام دینے کی حوصلہ افزائی بھی کی گئی۔ عصر حاضر میں بھی کئی اسلامی ممالک میں غیر مسلم اقلیتیں مختلف معاشرتی شعبوں میں فعال کردار ادا کر رہی ہیں۔ مثال کے طور پر، لبنان میں مسیحی اور شیعہ اقلیتیں ملکی سیاست اور معیشت میں مرکزی حیثیت رکھتی ہیں، جب کہ مصر میں کوپٹک مسیحیوں نے ثقافت اور تعلیم میں نمایاں خدمات انجام دی ہیں۔ مسلم حکمرانوں کی طرف سے اقلیتوں کو معاشرتی حقوق فراہم کرنے کی

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR

CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.03 (2025)

روایت موجود ہے، جس کی جیتی جاگتی مثال صدر پاکستان، ذوالفقار علی بھٹو کے دور میں اقلیتوں کو مساوی مواقع فراہم کرنے کی پالیسی ہے۔ تاہم، بعض اسلامی ممالک میں اقلیتوں کے حقوق کے حوالے سے پیچیدگیاں بھی سامنے آتی ہیں جن کی وجہ مذہبی تعصب اور سیاسی عدم مساوات ہے۔ سید نعیم الرحمن لکھتے ہیں:

> "اسلامی ممالک میں اقلیتوں کے حقوق کے حوالے سے عملی صورت حال متنوع ہے، جہاں کچھ ممالک نے جامع اور مؤثر نظام اپنایا ہے، وہاں دیگر میں مذہبی منافرت کے باعث اقلیتوں کو چیلنجز کا سامنا ہے۔"[1]

یہ بیان واضح کرتا ہے کہ عصر حاضر میں اسلامی ممالک کو اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ اور ان کے عملی کردار کو مزید بڑھانے کے لیے پالیسیوں میں بہتری لانے کی ضرورت ہے تاکہ معاشرتی ہم آہنگی اور قومی یکجہتی کو فروغ دیا جا سکے۔

مغربی دنیا میں مسلمانوں کا کردار اور ان کے تقاضے

مغربی دنیا میں مسلمانوں کی اقلیت میں موجودگی ایک اہم سماجی اور سیاسی حقیقت ہے۔ کئی ممالک جیسے امریکہ، برطانیہ، کینیڈا، اور یورپ کے دیگر ممالک میں مسلمان نہ صرف اپنی مذہبی شناخت برقرار رکھے ہوئے ہیں بلکہ تعلیمی، اقتصادی اور سیاسی شعبوں میں بھی فعال کردار ادا کر رہے ہیں۔ مغربی معاشروں میں مسلمانوں کی حالت اکثر بحث کا موضوع رہتی ہے، خاص طور پر ان کی مذہبی آزادی، نسلی امتیاز، اور سماجی شمولیت کے حوالے سے۔ مسلمانوں کا مطالبہ ہے کہ انہیں ان کے مذہبی عقائد کے مطابق عبادت، لباس، اور ثقافتی رسوم کی آزادی دی جائے اور انہیں شہری حقوق کی مکمل ضمانت فراہم کی جائے۔

علامہ اقبال کے فلسفے کی روشنی میں، ڈاکٹر فاروق احمد بیان کرتے ہیں:

> "مسلمانوں کی مغربی دنیا میں کامیابی اس بات پر منحصر ہے کہ وہ اپنے مذہبی اصولوں کو جدید جمہوری نظام کے تقاضوں کے ساتھ ہم آہنگ کر سکیں اور اپنے حقوق کی حفاظت کے لیے قانونی اور سیاسی طور پر موثر طریقے اختیار کریں۔"[2]

یہ بیان واضح کرتا ہے کہ مسلمانوں کی اجتماعی ترقی اور فلاح و بہبود کے لیے جدید دور کے تقاضوں کو سمجھنا اور اپنانا ناگزیر ہے، تاکہ وہ اپنے مذہبی اور معاشرتی حقوق کے تحفظ میں کامیاب ہوں۔

بین المذاہب ہم آہنگی کے مواقع و چیلنجز

عصر حاضر میں دنیا بھر میں بین المذاہب ہم آہنگی کا تصور نہایت اہمیت اختیار کر چکا ہے۔ مختلف مذاہب کے پیروکار ایک دوسرے کے ساتھ معاشرتی، سیاسی اور ثقافتی تعلقات میں جڑے ہوئے ہیں، اور یہ تعلقات امن و سلامتی کے قیام کے لیے بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ بین المذاہب ہم آہنگی کا مقصد صرف تعارف اور مکالمہ نہیں بلکہ مشترکہ اقدار، انسانیت کی خدمت، اور نفرت و تعصب کے خاتمے کے ذریعے ایک پائیدار معاشرہ تشکیل دینا ہے۔ اسلامی تعلیمات میں بھی بین المذاہب رواداری اور احترام کی واضح ہدایات موجود ہیں، جنہیں سیرتِ نبوی ﷺ اور خلفائے راشدین کے دور میں عملی شکل دی گئی۔ تاہم، جدید دور میں اس حوالے سے متعدد چیلنجز بھی موجود ہیں، جیسے مذہبی انتہا پسندی، سیاسی مفادات، اور سماجی تعصب، جو ہم آہنگی کے عمل کو پیچیدہ بناتے ہیں۔

علامہ شبلی نعمانی اس سلسلے میں فرماتے ہیں:

> "بین المذاہب مکالمہ کی کامیابی اس بات پر منحصر ہے کہ تمام فریق ایک دوسرے کی عقائد کا احترام کریں اور مشترکہ انسانی اقدار کو فوقیت دیں۔"[1]

یہ اقتباس بین المذاہب ہم آہنگی کی بنیاد انسانی احترام اور مشترکہ اقدار کو قرار دیتا ہے، جو ایک پیچیدہ لیکن قابل حصول مقصد ہے۔ بین المذاہب ہم آہنگی کے مواقع میں مشترکہ تعلیمی پروگرامز، ثقافتی تبادلے، اور سماجی فلاحی منصوبے شامل ہیں، جو لوگوں کے مابین تفاوت کو کم کر کے اتحاد کو فروغ دیتے ہیں۔ دوسری جانب، مذہبی تعصب، معلومات کی کمی، اور سیاسی سازشیں ایسے چیلنجز ہیں جو اس عمل میں رکاوٹ بنتے ہیں۔

عالمی سطح پر دعوتِ دین کا اسلوب اور حکمت

عصر حاضر میں دعوتِ دین کا اسلوب نہایت اہمیت کا حامل ہے کیونکہ دنیا بھر میں مختلف مذاہب اور ثقافتیں ایک دوسرے کے قریب آ رہی ہیں۔ دعوتِ دین کا کامیاب اسلوب وہ ہے جو احترام، حکمت، اور حسنِ سلوک پر مبنی ہو، جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.03 (2025)

"ادع إلى سبيل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتي هي أحسن."[38]

"اپنے رب کی راہ کی دعوت حکمت، نرمی کے ساتھ دو، اور بہترین طریقے سے دلیل دو۔"

یہ آیت دعوت کے اسلوب میں اخلاقیات اور حکمت کو بنیادی قرار دیتی ہے، جو بین الاقوامی سطح پر مسلمانوں کی عزت و وقار کا باعث بنتی ہے۔ سیرت نبوی ﷺ میں بھی دعوت کا ایسا ہی اسلوب دیکھا گیا، جہاں پیغمبر ﷺ نے نہ صرف اپنی قوم بلکہ غیر مسلموں کے ساتھ بھی نرمی اور عدل کے ساتھ تعلقات قائم کیے۔ آج کے دور میں، عالمی میڈیا، تعلیمی ادارے، اور سماجی رابطے کے ذریعے مؤثر دعوتِ دین ممکن ہو سکتی ہے، مگر اس کے لیے عصری تقاضوں کو سمجھنا اور بین المذاہب رواداری کو فروغ دینا ناگزیر ہے۔ علامہ شبیر احمد نقوی نے اس موضوع پر کہا:

"دعوتِ دین کی کامیابی کا راز صرف نصیحت اور بیان میں نہیں بلکہ عمل میں بھی ہے، جو کہ حسن اخلاق اور تعلقات کی بہتری کے ذریعے حاصل ہوتی ہے۔"[3]

یہ نقطہ نظر واضح کرتا ہے کہ دعوت دین ایک متوازن، حکمت بھرا اور عمل کے ساتھ مربوط عمل ہونا چاہیے تاکہ عالمی سطح پر مسلمانوں کی مثبت شناخت قائم ہو سکے۔

سیرتِ طیبہ کا ماڈل اور عصر حاضر کے سیاسی تقاضے

سیرتِ طیبہ، جو کہ نبی کریم ﷺ کی زندگی اور کردار کا جامع احاطہ ہے، عصر حاضر کے سیاسی تقاضوں کے لیے ایک مستند اور قابل عمل ماڈل فراہم کرتی ہے۔ مدینہ کی ریاستِ مدینہ میں نبی ﷺ نے ایک ایسا نظام قائم کیا جو مذہبی، سماجی اور سیاسی ہم آہنگی پر مبنی تھا۔ اس ماڈل کی بنیاد اسلام کے اصولِ عدل، مساوات، اور رواداری پر استوار تھی، جس نے مختلف مذہبی اور نسلی گروہوں کو ایک مضبوط اور متحدہ معاشرے میں بدل دیا۔ نبی ﷺ نے اپنی سیاسی حکمرانی میں تمام شہریوں، چاہے وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم، کو ان کے حقوق دیے اور سماجی انصاف کو یقینی بنایا۔ میثاقِ مدینہ اس کی عملی مثال ہے، جو ایک معاہدہ تھا جس نے مختلف فرقوں اور اقلیتوں کے درمیان تعاون اور تحفظ کی ضمانت دی۔ علامہ اقبال اس حوالے سے فرماتے ہیں:

"نبی ﷺ کی سیرت ایک مثالی نظام ہے جو عصر حاضر کی سیاسی پیچیدگیوں کا حل پیش کر سکتا ہے، بشرطیکہ اس ماڈل کو روحِ زمانہ کے مطابق اپنایا جائے۔"[1]

یہ قول اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ سیرت نبوی ﷺ کا ماڈل وقت کے تقاضوں کے ساتھ قابل تطبیق ہے اور سیاسی استحکام کے لیے بہترین رہنما اصول فراہم کرتا ہے۔ عصر حاضر میں جہاں دنیا کے ممالک متنوع ثقافتوں اور مذاہب پر مشتمل ہیں، وہاں سیرت طیبہ کے ماڈل کو اپنانا بین الاقوامی تعلقات میں امن، رواداری، اور باہمی احترام کے فروغ کا باعث بن سکتا ہے۔

ماضی کے تجربات اور حال کی راہنمائی

ماضی کے تجربات، خاص طور پر اسلامی تاریخ کے مختلف ادوار، ہمیں انسانی تعلقات، سیاسی حکمرانی، اور سماجی ہم آہنگی کے ایسے اسباق دیتے ہیں جو آج کے دور کے لیے رہنمائی کا باعث ہیں۔ خلفائے راشدین کے دور میں غیر مسلموں کے ساتھ تعلقات کے اصول، عدل و انصاف کی مثالیں، اور میثاق مدینہ جیسی روایات آج کے عالمی منظر نامے میں رہنمائی فراہم کرتی ہیں۔ خلفائے راشدین نے غیر مسلم اقلیتوں کو قانونی تحفظ دیا، ان کے مذہبی و سماجی حقوق کا احترام کیا، اور سیاسی معاملات میں ان کی شراکت کو یقینی بنایا۔ ان تجربات نے ثابت کیا کہ ایک متنوع معاشرے میں امن و استحکام کے لیے مساوات، رواداری، اور انصاف کے اصول بنیادی اہمیت کے حامل ہیں۔ پروفیسر محمود حسین لکھتے ہیں:

"اسلامی تاریخ کے تجربات نے ہمیں سکھایا ہے کہ سیاسی اور سماجی استحکام صرف اسی وقت ممکن ہے جب تمام اقلیتوں کے حقوق کا احترام کیا جائے اور ان کی شمولیت کو یقینی بنایا جائے۔"

یہ بیان موجودہ عالمی سیاست میں اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ اور بین المذاہب ہم آہنگی کے لیے ایک قیمتی مشورہ فراہم کرتا ہے۔ عصر حاضر میں ان تاریخی تجربات کو جدید دور کی سیاسی، سماجی، اور قانونی تقاضوں کے ساتھ جوڑ کر ایک ایسا نظام بنایا جا سکتا ہے جو عالمی امن اور انسانی بہبود کا ضامن ہو۔

---

[38] النحل: 125

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.03 (2025)

خلاصہ

یہ تحقیق غیر مسلموں کے ساتھ معاملات کے موضوع پر حدیثی بنیادوں، فقہی اصولوں، اور عصر حاضر کے تقاضوں کے تناظر میں ایک جامع اور علمی تجزیہ پیش کرتی ہے۔ اس مقالے کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ اسلامی روایات میں غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک اور ان کے حقوق کی حفاظت کی حدیثی اور فقہی بنیادوں کو واضح کیا جائے اور ان کی روشنی میں موجودہ دور کے عالمی سیاسی و سماجی تقاضوں کا تقابلی جائزہ لیا جائے۔ تحقیق کے ابتدائی ابواب میں حدیث کی تعریف، اقسام، اور غیر مسلموں کے ساتھ تعلقات کے متعلق مختلف احادیث کا مفصل تجزیہ کیا گیا۔ یہ ثابت کیا گیا کہ نبی کریم ﷺ کی سیرت اور میثاقِ مدینہ جیسے تاریخی واقعات میں غیر مسلموں کے حقوق اور عزت کی پاسداری کو ایک اعلیٰ مقام حاصل ہے۔ احادیث میں غیر مسلم پڑوسیوں، معاہدہ داروں (ذمیوں)، اور تجارت میں انصاف و ہمدردی کے موضوعات کو واضح کیا گیا ہے، جو اسلامی اخلاقیات کے لازمی جزو ہیں۔ فقہی اصول جیسے الضرر یزال، سدّ الذرائع، المصلحۃ، اور العرف کے حوالے سے تجزیہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ اسلامی فقہ نے غیر مسلموں کے ساتھ تعلقات میں اخلاقی اور قانونی اصول وضع کیے ہیں جو عصر حاضر کے قانونی نظام کے ساتھ ہم آہنگ ہو سکتے ہیں۔ فقہی اجتہاد کی اہمیت کو جدید مسائل کے تناظر میں اجاگر کیا گیا تاکہ اسلامی تعلیمات کو جدید عالمی تقاضوں کے مطابق اپنایا جا سکے۔ سیرتِ طیبہ اور خلفائے راشدین کے دور کے عملی تجربات نے یہ واضح کیا کہ مذہبی، سماجی اور سیاسی ہم آہنگی کے اصول نہ صرف تاریخی حیثیت رکھتے ہیں بلکہ آج کے عالمی سیاسی نظام میں بھی ان کی بازگشت محسوس کی جا سکتی ہے۔ میثاقِ مدینہ کی رو سے تمام شہریوں کے حقوق کا تحفظ، اقلیتوں کی شرکت، اور رواداری کے وہ معیارات آج کے بین الاقوامی تعلقات کے لیے مشعل راہ ہیں۔ عصر حاضر کے عالمی منظر نامے میں بین المذاہب ہم آہنگی، دعوتِ دین کے حکمت عملی، اور غیر مسلموں کے حقوق کے فروغ کے حوالے سے پیچیدہ چیلنجز کے باوجود، اسلامی تعلیمات میں موجود اصولوں کی روشنی میں ان مسائل کا حل ممکن ہے۔ اس تحقیق سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ حدیثی تعلیمات اور فقہی اصول عصر جدید کے تقاضوں سے مطابقت رکھتے ہوئے مسلمانوں کو غیر مسلموں کے ساتھ تعلقات میں حسن سلوک اور عدل کی راہ پر گامزن کر سکتے ہیں۔ ماضی کے تجربات اور روایتی اجتہاد کی روشنی میں عصری اجتہاد کی ضرورت کو اجاگر کیا گیا، جو کہ ایک فعال اور متحرک فقہی عمل ہے، جسے وقت کے بدلتے حالات کے مطابق اپنانا ضروری ہے۔ اس عمل کے ذریعے اسلام کی دعوت عالمی سطح پر موثر انداز میں پہنچائی جا سکتی ہے اور بین الاقوامی حقوق و قوانین کے ساتھ ہم آہنگی پیدا کی جا سکتی ہے۔

مصادر و مراجع

1. قرآن مجید
2. ابوداؤد، سلیمان بن اشعث۔ السنن۔ بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 2006۔
3. بخاری، محمد بن اسماعیل۔ الجامع الصحیح۔ لاہور: مکتبہ اسلامیہ، 2007۔
4. ابن ماجہ، محمد بن یزید۔ السنن۔ لاہور: مکتبہ اسلامیہ، 2009۔
5. مالک بن انس۔ الموطأ۔ لاہور: مکتبہ رحمانیہ، 2005۔
6. ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی۔ فتح الباری شرح صحیح البخاری۔ بیروت: دار المعرفۃ، 2003۔
7. نووی، یحییٰ بن شرف۔ شرح صحیح مسلم۔ بیروت: دار إحیاء التراث العربی، 1986۔
8. قرطبیؒ، شمس الدین محمد احمد۔ الجامع لاحکام القرآن۔ لاہور: مکتبہ اسلامیہ، 2000۔
9. ابن سعد، محمد۔ الطبقات الکبریٰ۔ بیروت: دار صادر، 2004
10. ابن ہشام، عبد الملک۔ السیرۃ النبویۃ۔ لاہور: مکتبہ قادریہ، 2006۔
11. آمدی، علی بن محمد۔ الإحکام فی أصول الأحکام۔ بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1995۔
12. نووی، یحییٰ بن شرف۔ روضۃ الطالبین۔ بیروت: المکتب الاسلامی، 1995
13. زحیلی، وہبہ۔ الفقہ الإسلامی وأدلتہ۔ دمشق: دار الفکر، 2005۔
14. زرکلی، مصطفی۔ غیر المسلمین فی المجتمع الإسلامی۔ قاہرہ: مکتبۃ وھبۃ، 2009۔
15. میثاقِ مدینہ کا تاریخی و قانونی مطالعہ۔ لاہور: مکتبہ اسلامیہ، 2011

Bibliography

1. The Qur'an
2. Abū Dāwūd, Sulaymān ibn al-Ashʿath. *Al-Sunan*. Beirut: Dār al-Kutub
3. al-ʿIlmiyyah, 2006
4. Al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismāʿīl. *Al-Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ*. Lahore: Maktabah Islāmiyyah, 2007.
5. Ibn Mājah, Muḥammad ibn Yazīd. *Al-Sunan*. Lahore: Maktabah Islāmiyyah, 2009.
6. Mālik ibn Anas. *Al-Muwaṭṭaʾ*. Lahore: Maktabah Raḥmāniyyah, 2005.
7. Ibn Ḥajar al-ʿAsqalānī, Aḥmad ibn ʿAlī. *Fatḥ al-Bārī Sharḥ Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*. Beirut: Dār al-Maʿrifah, 2003.
8. Al-Nawawī, Yaḥyā ibn Sharaf. *Sharḥ Ṣaḥīḥ Muslim*. Beirut: Dār Iḥyāʾ al-Turāth al-ʿArabī, 1986.
9. Al-Qurṭubī, Shams al-Dīn Muḥammad Aḥmad. *Al-Jāmiʿ li-Aḥkām al-Qurʾān*. Lahore: Maktabah Islāmiyyah, 2000.
10. Ibn Saʿd, Muḥammad. *Al-Ṭabaqāt al-Kubrā*. Beirut: Dār Ṣādir, 2004.
11. Ibn Hishām, ʿAbd al-Malik. *Al-Sīrah al-Nabawiyyah*. Lahore: Maktabah Qādiriyyah, 2006.
12. Al-Āmidī, ʿAlī ibn Muḥammad. *Al-Iḥkām fī Uṣūl al-Aḥkām*. Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 1995.
13. Al-Nawawī, Yaḥyā ibn Sharaf. *Rawḍat al-Ṭālibīn*. Beirut: Al-Maktab al-Islāmī, 1995.
14. Al-Zuḥaylī, Wahbah. *Al-Fiqh al-Islāmī wa Adillatuh*. Damascus: Dār al-Fikr, 2005.
15. Al-Zarkalī, Muṣṭafā. *Ghayr al-Muslimīn fī al-Mujtamaʿ al-Islāmī*. Cairo: Maktabat Wahbah, 2009.
16. *Maythāq al-Madīnah: A Historical and Legal Study*. Lahore: Maktabah Islāmiyyah, 2011.